قارئین کے جانے پہچانے کردار، جلیل کی نئی شوخیاں اور ظرافتیں۔ اس بار ان کی ستم ظریفیوں کا نشانہ وہ دوست ہے جو سونا بنانے کے ماہر، پیر رس گلے شاہ کے آستانے کے چکر لگا رہا ہے۔ سونا بنانے کا نسخہ کتنا کارگر رہا اور کسے دولت مند بنا گیا، یہ آپ کو کہانی پڑھ کر معلوم ہوگا۔

بوجھل لمحات کے لیے اکسیر، ہلکی پھلکی دلچسپ کہانی

کاشف زبیر

رس گلے شاہ

راجا، مہاتما بدھ کے آسن میں اتنا ساکت و جامد تھا کہ ایک نظر میں وہ انتقال شدہ لگ رہا تھا۔ زندگی کی صرف دو علامتیں تھیں۔ ایک تو اس کی مٹھی میں دبا سگریٹ کا ٹوٹا تھا جس سے دھوئیں کی لکیر اٹھ رہی تھی اور ایسی ہی ایک لکیر راجا کی ناک سے خارج ہو رہی تھی۔ غالباً وہ سگریٹ کے دھوئیں کو زیادہ سے زیادہ دیر اپنے پھیپھڑوں میں روک کر اس سے نکوٹین کشید کرنا چاہ رہا تھا۔ میں نے اس کی پشت پر ہاتھ مارا۔

"راجا! کیا تو منہ کے ساتھ اپنے پھیپھڑے بھی کالے کرنا چاہ رہا ہے؟"

کھانسی کے ساتھ راجا نے ڈھیروں دھواں اگلا اور مجھے کھا جانے والی نظروں سے دیکھا۔ "ابے میں عالمی ریکارڈ بنانے کی کوشش کر رہا تھا۔"

''فوت ہونے کا...... ایک ہی کش میں۔'' میں نے اس سے سگریٹ لے کر کش لیا اور ٹوٹا ایک طرف اچھال دیا۔ اس پر راجا نے پھر مجھے غلط نظروں سے دیکھا۔

''ابے اس میں ایک ٹے کا دم اور تھا۔''

''راجا...... پیدائشی کنگلے...... تو ہماری روشن خیال حکومت کے دعوے غلط کرنے کی کوشش نہ کر...... غربت کی شرح پینتیس فیصد سے کم ہو کر پچیس فیصد رہ گئی ہے۔''

راجا نے سرد آہ بھری۔ ''جب تک میرا باپ زندہ ہے، میرے اقتصادی حالات میں کوئی تبدیلی ممکن نہیں ہے۔ چاہے سرکاری دعوؤں کے مطابق شرح غربت صفر ہو جائے۔''

''وہ وقت زیادہ دور نہیں ہے۔'' میں نے سر ہلایا۔ ''جس تیزی سے غریب خودکشیاں کر رہے ہیں، حادثات اور بم دھماکوں میں وفات پا رہے ہیں، کچھ عرصے بعد اس ملک میں غریب تلاش کرنا پڑے گا۔''

''سوائے میرے۔'' راجا نے فریادی لہجے میں کہا۔

''جب تک میرا......

''باپ زندہ ہے۔'' میں نے اس کی بات کاٹی۔ ''راجا...... تیرا باپ نظریۂ ضرورت کی طرح ہمیشہ رہے گا۔ میرا مطلب ہے وہ تجھ سے زیادہ پائیدار ہے لہٰذا اس کا رونا، رونا چھوڑ دے۔ اپنی اقتصادی حالت تجھے خود درست کرنا پڑے گی۔''

راجا نے سر ہلایا۔ ''اس کے لیے...... آج میرا بابا رس گلے شاہ سے اپارٹمنٹ ہے۔''

''اپائنٹ منٹ۔'' میں نے تصحیح کی۔ ''اس سے کس سلسلے میں ملنا ہے؟''

''اس نے وعدہ کیا ہے کہ میرا مستقبل دیکھ کر مجھے مشورہ دے گا۔''

''بابا رس گلے شاہ کو بغیر عینک کے دو فٹ سے زیادہ دور تک کچھ نظر نہیں آتا، وہ تیرا مستقبل کیسے دیکھ سکتا ہے۔ ویسے بھی، تیرا مستقبل دیکھنے کے لیے دنیا کی سب سے بڑی دوربین بھی ناکافی ہوگی۔ اور تو مجھ سے بھی معلوم کر سکتا ہے اپنا مستقبل۔''

''بکواس نہ کر...... رس گلے شاہ کی باطنی آنکھیں...... بہت تیز ہیں۔''

''راجا! کن چکروں میں پڑ گیا ہے۔'' میں نے بےزاری سے کہا۔ ''بہت دن ہو گئے تھے تجھ سے ملے اور جاسوسی کے پیارے قارئین بھی تیری ہڈحرامی پر پریشان ہیں۔''

''کیوں، میں نے کیا کیا ہے؟'' راجا نے غور کیا۔

''کچھ نہیں کیا۔'' میں نے سرد آہ بھری۔

راجا نے مجھے گھورا۔ ''یعنی تو میرے کارنامے...... بغیر کسی رائلٹی ادا کیے لکھ رہا ہے۔''

''کرتوت زیادہ درست لفظ ہے۔''

''تو میرا امیج قارئین کے سامنے ہمیشہ نیگیٹو پیش کرتا ہے۔''

''مسئلہ تیرا ہے۔ تجھے پازیٹو بھی پیش کیا جائے تب بھی نیگیٹو رہے گا۔'' میں نے عذر کیا۔ ''اور تو اب اس رس گلے شاہ کے چکر میں پڑ گیا ہے۔''

''شاہ جی پہنچا ہوا فقیر ہے۔'' راجا نے انکشاف کرنے کے انداز میں کہا۔

''تھانے تک تو کئی بار پہنچا ہے۔ ایک بار میں نے خود اس کو تھانے میں پرائمری اسکول کے بچوں کی سی اداکاری کرتے دیکھا تھا۔ اس کی کمر پر نادر شاہ خود مال حرام کے بوجھ سمیت تشریف فرما تھا۔''

راجا نے میری سچ بیانی کا نہایت بُرا منایا تھا۔ اس نے خون کے گھونٹ پی کر کہا۔ ''جلیل! فقیروں کے ظاہر پر نہیں جاتے۔''

''ان کی ظاہری حالت اس قابل ہوتی بھی نہیں ہے۔'' میں نے اس کی تائید کی۔ ''لیکن تجھے بابا رس گلے شاہ کے باطن میں گھسنے کی کیا ضرورت پیش آ گئی ہے؟''

میرا خیال تھا کہ راجا عقیدت کا مارا ہے مگر مجھے اس خیال پر یقین کم تھا۔ راجا جیسے لوگ خوامخواہ کی عقیدت نہیں پالتے ہیں۔ بہرحال، راجا کے مقاصد جلد سامنے آ جاتے۔ کیونکہ بابا رس گلے کے ساتھ اس کا اپائنٹ منٹ طے تھا اس لیے وہ کھڑا ہو گیا۔ ''یار جلیل! تیرے پاس ایک سو کا نوٹ ہو گا؟''

''بالکل ہے۔''

''مجھے ادھار دے دے...... بابا کے لیے آدھا کلو رس گلے لے جانے ہیں۔''

''میرا خیال ہے جمال گوٹا زیادہ موزوں رہے گا۔'' میں نے خلوص سے کہا۔ ''اس سے بابا کو بھی افاقہ ہوگا۔ رس گلے کھا کھا کر اس پر خاصی چربی چڑھ گئی ہے۔''

اور جب راجا نے میری شان میں گستاخیاں کیں تو میں مسکراتا ہوا جمی کی طرف روانہ ہو گیا۔ دو مہینے ہوئے میں نے اسے اس کے دو عدد بنگلوں کے لیے کرائے دار تلاش کر کے دیے تھے اور اس کا کمیشن مبلغ دس ہزار روپے جمی پر واجب

الادا تھا۔ جمن خانے کے احاطے میں تشریف فرما جمی نے مجھے دیکھتے ہی اس ٹنڈ منڈ درخت کے پیچھے چھپنے کی ناکام کوشش کی تھی جس کے پیچھے بلی کا بچہ بھی نہیں چھپ سکتا تھا۔ اپنی حماقت کا احساس ہونے پر اس نے جمن خانے کے عقبی حصے کی طرف فرار کی کوشش کی لیکن میں نے آرام سے اس کی یہ کوشش بھی ناکام بنا دی۔ اس سے پہلے دوڑ کر میں جمن خانے کے عقبی دروازے تک جا پہنچا۔ اس طرف خواتین کپڑے دھو کر لٹکا رہی تھیں اور کچھ ساون کا مہینا لگ رہا تھا۔ جمی نے ہانپتے ہوئے مجھے بُرا بھلا کہنے کی کوشش کی لیکن اس کے منہ سے الفاظ بھی نہیں نکلے تھے۔

''جمی! کیوں اپنی توانائی ضائع کر رہا ہے۔'' میں نے اوپر آتی پانی کی بوچھاڑ سے بچتے ہوئے کہا۔

''جلیل! میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔''

''تو فکر نہ کر، میں ان تلوں سے بھی تیل نکلوا لیتا ہوں جو سرے سے تیل والے ہی نہیں ہوتے۔''

اسی لمحے دوسری منزل پر رہنے والی مس حسینہ نمبر سات نے کپڑوں کے دھوون کی بالٹی الٹ دی اور جمی نے غسل کر لیا۔ جمن خانے میں رہنے والی حسیناؤں کی رینکنگ راجا طے کرتا تھا۔ ان دنوں نمبر دو وہ حسینہ تھی جس نے ایک بار راجا کو چائے میں معجون قبض کشا دی تھی اور اس کے بعد اپنے شوہر کے ساتھ مل کر راجا پر ناپوشانہ حملہ کیا تھا۔ راجا اس کی یہ خطا معاف کر چکا تھا۔ اس کے پس پشت کہانی پھر کبھی سناؤں گا فی الحال جمی کا ذکر ہو رہا ہے۔ غسل کر کے اس نے منہ اوپر کر کے حسینہ نمبر سات سے ایک نازیبا بات کی تھی اور جواب میں اس سے بھی زیادہ نازیبا بات سن کر میرے ساتھ جمن خانے کے سامنے والے حصے میں واپس آیا تھا۔

''دیکھ یار جمی، میں نے تیرے دو بنگلے اس کرائے پر اٹھوائے جو تجھے سابقہ کرایہ دار نہ دینے کی پاداش میں نکالے گئے تھے۔ یہی نہیں، میں نے دونوں کا چھ مہینے کا کرایہ بھی پیشگی دلوایا۔ کوئی اسٹیٹ ایجنٹ یہ کام کرتا تو تجھ سے مبلغ بائیس ہزار روپے وصول کر لیتا۔ میں نے صرف دس ہزار مانگے تھے۔ تو نے وہ بھی نہیں دیے۔''

''کیا کروں جلیل...... سونا مہنگا ہوتا جا رہا ہے۔''

''سونا......'' میں نے حیران ہو کر کہا۔ ''میرے کمیشن کا سونے سے کیا تعلق ہے؟''

''وہ...... میں نے جو رقم تیرے لیے رکھی تھی، مجھے ایک آدمی کو دینی پڑی۔ میں نے اس سے دبئی سے سونا منگوایا تھا۔'' اس نے اطمینان سے کہا۔

''جمی...... کمینے...... تو نے اچھا نہیں کیا...... چل دس ہزار روپے نہ سہی...... مجھے اتنی مالیت کا سونا دے دے۔''

''سونا میں نہیں دے سکتا۔'' اس نے صاف انکار کر دیا۔ ''تو مجھ سے اگلے مہینے دس ہزار لے لینا۔''

''جمی! مجھے ابھی دس ہزار چاہئیں۔'' میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ ''دوسری صورت میں، میں ابھی کرایہ داروں کے پاس جا رہا ہوں۔''

''وہ کس لیے؟'' جمی فکرمند نظر آنے لگا۔

''تجھے پتا چل جائے گا جب کل وہ تیرے پاس آ کر اپنا ایڈوانس اور پیشگی کرایہ واپس مانگیں گے، تب تجھے سونا بیچ کر ان کا مطالبہ پورا کرنا پڑے گا۔''

''جلیل! تو ایسی کمینگی نہیں کر سکتا۔''

''جوابی کمینگی۔'' میں نے تصحیح کی۔ ''تو مجھے جانتا ہے جب میں کرایہ دار رکھوا سکتا ہوں تو ان کو نکلنے پر بھی مجبور کر سکتا ہوں۔''

میری دھمکی نے جمی کو غور کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ آخرکار اس نے بہ مشکل مجھے پانچ ہزار دیے...... اس وعدے پر کہ باقی کے وہ مجھے ایک ہفتے بعد دے گا۔ ''جلیل...... تو دنیا کا واحد شخص ہے جو مجھ سے کسی نہ کسی طرح پیسے نکلوا لیتا ہے۔''

میں نے سر ہلایا۔ ''ورنہ تو اپنے والد کو کفن بھی نہ دے۔''

''بکواس نہ کر...... میں پہلے ہی پریشان ہوں۔''

''سونے کی قیمت بڑھنے کی وجہ سے؟''

''یار! میں نے سنا ہے پرانے زمانے میں لوگ سونا بنا لیا کرتے تھے۔'' جمی نے اشتیاق سے پوچھا۔ ''کیا آج کل

متحدہ عرب امارات (U.A.E) کے معزز بک سیلرز اور قارئین متوجہ ہوں

ادارۂ جاسوسی ڈائجسٹ پبلی کیشنز

کی جانب سے میسرز ویلکم بک شاپ، دبئی کو فوری طور پر

متحدہ عرب امارات (U.A.E)

کے لئے سول ڈسٹری بیوٹر مقرر کر دیا گیا ہے۔

بک سیلرز، دکان دار اور ہاکر حضرات مذکورہ بالا ماہناموں کے آرڈر بک کرانے کے لیے فوری طور بر مندرجہ ذیل پر رابطہ کریں۔

WELCOME BOOK SHOP

P.O BOX 27869, KARAMA, DUBAI.
PHONE: 04-3961016 FAX: 04-3961015
CELL: 050-3059259 050-6245817
E-MAIL: welbooks@emirates.net.ae

ایسا کوئی نسخہ دستیاب ہے؟''

''جی!'' میں نے ملائمت سے کہا۔ ''اگر ایسا کوئی نسخہ ہوتا تو سونے کی قیمت بڑھنے کے بجائے کم نہ ہو رہی ہوتی اور تُو جو کلوگرام کے حساب سے سونا جمع کر رہا ہے وہ بے کار ہو جاتا۔''

''یہ تو ہے۔'' جی جلدی سے بولا۔ ''خدا کا شکر ہے، سونے کی قیمت بڑھ رہی ہے۔''

''ایک ہفتے بعد پانچ ہزار کے ساتھ تیار رہنا۔ اگر تُو نہ ملا...... یا مجھے رقم نہ ملی تو میں یہاں سے سیدھا تیرے کرایہ داروں کے پاس جاؤں گا۔'' میں اسے خبردار کر کے روانہ ہو گیا۔ جی کنجوس سے پانچ ہزار وصول کر کے میں خود کو خاصا دولت مند محسوس کر رہا تھا۔ کیونکہ پچھلے دو ہفتے سے میرے پاس سو پچاس سے زیادہ رقم نہیں رہی تھی۔ وہ بھی بڑی مشکل سے شنو سے ملے تھے... جواب وزن کے ساتھ کنجوسی میں بھی جی کی تقلید کر رہی تھی اور اس سے پیسے نکلوانا ایسا ہی تھا جیسے بینکوں سے قرض لینے والے سیاست دانوں سے کھائی ہوئی رقم نکلوانا...... یا شیرنی کے منہ سے شکار نکلوانا۔ میں نے تہیہ کر لیا کہ اب میں شنو کو ان پانچ ہزار کی ہوا بھی نہیں لگنے دوں گا۔ ورنہ وہ انہیں بھی شادی فنڈ میں شامل کر لیتی۔ اس فنڈ میں گزشتہ کئی سال سے مسلسل اضافہ ہو رہا تھا لیکن بہ قول شنو افراطِ زر میں اس سے کہیں زیادہ تیزی سے اضافہ ہو رہا تھا۔ اس وجہ سے شادی فنڈ کی حقیقی ویلیو بڑھنے کے بجائے گھٹ رہی تھی۔ حالانکہ اسے فنڈ کی حقیقی ویلیو کے بجائے ہماری زندگی کے ان سنہری ماہ و سال کی فکر کرنی چاہیے تھی جو تیزی سے گھٹتے جا رہے تھے۔ ابھی کل کی بات تھی۔ شنو سے سو روپے نکلوانے کے ایک مشن امپاسیبل کے دوران میں نے بائی دی وے شنو کو بتایا کہ اگر میری اور اس کی امائیں سادگی سے ہماری شادی کر دیں تو ہم اب تک مرادوں اور ارمانوں کے کتنے دن رات گزار چکے ہوتے۔ شنو نے میرے اعداد و شمار کو مبالغہ آمیز اور بے ہودہ قرار دیا تھا۔

''کیا فائدہ...... جب تک شادی فنڈ میں مطلوبہ رقم جمع ہو...... ہمارے پاس وقت ہی نہ ہو۔'' میں نے حسرت سے شنو کی طرف دیکھا جس نے گزشتہ چند مہینے میں خطرناک رنگ و روپ نکالا تھا۔ کیونکہ اس نے ایک بیوٹی پارلر میں بیوٹیشن کورس میں داخلہ لے لیا تھا اور میری محنت کی کمائی وہاں ٹھکانے لگا رہی تھی۔

''بے حیائی کی باتیں مت کرو۔'' اس نے لال پیلی ہو کر کہا۔ ''اور کل تم چاند بانو کے دروازے کی طرف کیوں دیکھ رہے تھے؟''

''کیونکہ وہ مجھے کسی قسم کی باتیں کرنے سے منع نہیں کرتی۔'' میں نے جواب دیا اور شنو کی کسی کارروائی سے پہلے وہاں سے فرار ہو گیا۔

☆☆☆

فتو نے گلے میں پٹی کی مدد سے ہاتھ لٹکا رکھا تھا۔ ہاتھ پر پلاسٹر بندھا تھا۔ اس کے بارے میں اس نے جو سرکاری بیان دیا تھا اس کے مطابق پہلوان سالے سے دوستانہ کُشتی میں زور آزمائی کے دوران اس کا ہاتھ اتر گیا تھا لیکن ذرائع ابلاغ یعنی راجا نے درست خبر دی تھی کہ فتو ان دنوں ایک خاتون کے چکر میں تھا جو اس کے علاوہ مزید کم سے کم دو افراد کو چکر دے رہی تھی۔ ان میں سے ایک راجا بھی تھا۔ راجا کو جب سے عارفہ نے عاق کیا تھا، وہ اسی طرح اِدھر اُدھر منہ مارتا پھر رہا تھا۔ بہرحال راجا کے مطابق فتو کے سالے نے کُشتی کے بہانے اس کی صحیح سے گوشمالی کی اور اس کی گردن توڑنے سے محض اس لیے گریز کیا کہ اس عمل سے اس کی بہن بیوہ ہو جاتی اور تین بچوں سمیت اس کے گھر آ جاتی۔ اس لیے محض فتو کا دستِ راست توڑنے پر اکتفا کیا۔ میں نے جاتے ہی فتو کے پلاسٹر والے ہاتھ پر ہاتھ مارا۔

''اور سنا...... کیا حال ہے؟''

فتو نے بلبلا کر جواب دیا۔ ''ابے ٹھیک ہے...... ہاتھ مارنے کی کیا ضرورت تھی...... زبان کانی تھی۔''

''بات زبانی کلامی ہوتی تو نوبت یہاں تک کیوں آتی۔'' میں نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

''کیا مطلب؟''

''مطلب راجا سے پوچھنا۔'' میں نے جواب دیا۔ ''ایک کڑک سلیمانی بھجوانے سے پہلے بتا دے تُو پھر سے خدانخواستہ باپ تو نہیں بننے والا ہے؟''

''اگر بننے والا ہوں تو تجھے کیا؟'' فتو بھنا کر بولا۔

''یار تیری ہونے والی بیوی کے سر پر تین بچے پہلے سے ہیں۔''

جواب میں فتو نے جو فرمایا قارئین اسے ناقابلِ اشاعت سمجھیں۔ البتہ اس نے دو منٹ بعد ہی چائے بھجوا دی تھی۔ فتو کے دل میں میرے لیے قاتلانہ جذبات اور بات تھی لیکن یہ معاملہ بزنس کا تھا۔ دروغ بر گردنِ راوی فتو کے آبا و اجداد بنیے تھے۔ مشرف بہ اسلام ہونے کے باوجود ان میں بنیوں کی خوبو باقی رہی تھی۔ فتو اس خاندان کا جدید ترین چشم و چراغ تھا جو بنیے پن میں اپنے بزرگوں سے کسی طرح کم نہیں

تھا۔ ابھی میں نے چائے ختم کی تھی کہ راجا نازل ہو گیا۔ اس کی حالت کچھ عجیب سی ہو رہی تھی۔ اس کی چال اس بطخ جیسی تھی جس نے اولین انڈا دیا ہو۔ کپڑے کچھ بے ترتیب تھے۔ یعنی جس شے کو جس مقام پر ہونا چاہیے تھا وہاں نہیں تھی۔ قمیص کا آدھا کالر غائب تھا اور پتلون کا بایاں پائنچہ جدید ترین زنانہ فیشن کے مطابق کٹ میں بدل گیا تھا۔ البتہ چہرے سے یوں لگ رہا تھا جیسے راجا کو کوئی خزانہ مل گیا ہو یا اس کا باپ اس دارِ فانی سے کوچ کر گیا ہو۔ اس نے کرسی پر ڈھیر ہوتے ہوئے کہا۔

''جلیل! جلدی سے میرے لیے چائے منگوا۔''

''تیری حالت کے پیشِ نظر تجھے ایمبولینس منگوانی چاہیے۔'' میں نے چھوٹے کو اشارہ کرتے ہوئے چائے لانے کو کہا۔ ''کہیں تُو اپنے باپ کے ہتھے تو نہیں چڑھ گیا تھا۔''

''نہیں...... یہ تو میں بابا رس گلے کے پاس سے آ رہا ہوں۔''

''کیا تُو اس کے لیے رس گلے لے کر نہیں گیا تھا یا رس گلوں میں لال بیگ نکل آیا تھا؟''

''نہیں، بابا کے کچھ سابقہ عقیدت مند آئے تھے۔ بابا نے ٹوئنٹی ورلڈ کپ کے فاتح کے بارے میں بتایا تھا۔''

''جو بدقسمتی سے غلط نکلا۔''

''حالانکہ غلطی مصباح الحق کی تھی۔'' راجا نے سر ہلایا۔ ''کچھ عقیدت مند بھی جاہل تھے۔''

''ظاہر ہے ورنہ عقیدت مند کیوں ہوتے۔'' میں نے مسکرا کر راجا کی طرف دیکھا۔ ''تو کیا بابا کے ساتھ تیری گوشمالی بھی ہوئی؟''

''نہیں، میرا یہ حال اسے بچانے کی کوشش میں ہوا۔''

''جب تیرا یہ حال ہے تو بابا کا کیا ہوگا؟'' میں نے فکرمندی سے کہا۔ ''وہ کہاں ہے؟ اسپتال میں یا اس قبرستان میں جہاں اس نے ڈیرا جما رکھا ہے؟''

راجا نے نفی میں سر ہلایا۔ ''اپنی جھونپڑی میں ہے۔ اسے کچھ نہیں ہوا، ساری شامت مجھ غریب کی آئی۔ وہ حملہ آوروں کو بھسم کرنے کی دھمکیاں دے رہا تھا۔''

میں نے افسوس سے راجا کو دیکھا۔ ''تُو مفت میں پٹ کر آ گیا۔ اس کے پاس جاتا ہی کیوں ہے؟''

''میں ایک چکر میں تھا۔'' راجا نے باچھیں پھیلائیں۔

''وہ تو تیرے حلیے سے ظاہر ہے۔ یہ بتا کہ تائب ہو گیا ہے یا بقیہ کپڑوں کے غائب ہونے تک بابا سے شغل جاری رکھے گا؟''

''نہیں یار...... اس قسم کے ضمنی حالات تو آئے دن پیش آتے ہیں۔'' راجا نے بے نیازی سے جواب دیا۔ ''وہ چکر دوسرا ہے۔''

''خدا تیرے باپ کو سلامت رکھے۔'' میں نے تائید کی۔ ''یہ بتا چکر کیا ہے اور ہاں...... چکر پر یاد آیا...... سنا ہے تو بھی حسینہ کے آگے پیچھے ہے جس کی خاطر فتو نے ہاتھ تڑوا لیا۔''

''اتروایا ہے۔'' چھوٹے نے چائے رکھتے ہوئے تصحیح کی۔ ''استاد کے سالے نے کل بلایا ہے...... ہاتھ بٹھانے کے لیے۔''

''تو لکھ کر رکھ لے، اس بہانے وہ فتو کا دوسرا ہاتھ بھی اتار دے گا۔'' راجا نے پیش گوئی کی۔ ''اپنے استاد سے کہنا اپنے سالے سے دور رہے۔''

راجا نے چائے گرم ہونے کی پروا کیے بغیر اسے یوں پیا جیسے قیامت آ گئی ہو اور اسے چائے پیتے ہی میدانِ حشر کی طرف روانہ ہونا ہو۔ اس نے خالی کپ میز پر پٹخا۔ ''جلیل! ہم امیر ہونے جا رہے ہیں۔''

میں نے کپ اٹھا کر سونگھا۔ مجھے شبہ تھا کہ فتو نے راجا سے اپنی پیدائشی عداوت کا بدلہ لینے کے لیے چائے میں کچھ ملا دیا تھا۔ ''چائے میں کچھ نہیں ہے...... مجھے تو شبہ ہے پتی بھی نہیں ہے...... فتو تمباکو ڈال کر چائے بنانے لگا ہے۔'' راجا بولا۔

''تمباکو زیادہ مہنگی ہوتی ہے احمق۔'' میں نے آگاہ کیا۔ ''یہ بتا کہ تجھے یہ غلط فہمی کب ہوئی کہ ہم امیر ہونے جا رہے ہیں؟''

''ابھی کچھ دیر پہلے جب میں نے رس گلے شاہ کی جان بچائی۔''

''لگتا ہے اس پر حملہ کرنے والے عقیدت مندوں کی ضرباتِ کلیم سے تیری عقلِ سلیم کو صدمہ ہوا ہے۔''

راجا نے میز کو بائی پاس کرتے ہوئے تقریباً میرے کان میں گھس کر کہا۔ ''جلیل! میں نے رس گلے شاہ کو راضی کر لیا ہے۔ وہ مجھے سونا بنانے کا نسخۂ کیمیا دے گا۔''

میں اچھل پڑا تھا۔ راجا کی بات پر نہیں بلکہ فتو کے سماعت شکن ڈیک کے اچانک بیدار ہونے سے۔

''تیرا دماغ خراب ہے۔'' میں نے چلّا کر کہا۔ ''وہ ڈبّا پیر ہے۔''

''ہوگا...... پر نسخہ تو اصل ہے۔ مجھے خود رس گلے شاہ نے ایک ایک سیر کی دو اینٹیں دکھائی ہیں جو اس نے نسخۂ کیمیا کی مدد

سے تیار کی ہیں۔"
میں نے پہلے سر پیٹ لینے کا ارادہ کیا پھر اسے ملتوی کر دیا۔ اس کے بعد راجا کو سمجھانے کا سوچا اور پھر اس ارادے کو بھی ملتوی کر دیا۔ اسے سمجھانا بے کار تھا لہٰذا میں نے کام کی بات کی۔ "تو کیا چاہتا ہے؟"
اس سوال پر راجا نے یوں میری طرف دیکھا جیسے اسے شبہ ہو کہ میرے پاس دماغ نام کی کوئی شے ہے یا نہیں۔ "جلیل...... گدھے کہیں کے...... جسے نسخۂ کیمیا مل جائے...... وہ کیا چاہے گا؟"
"چاہنے کو تو بہت کچھ چاہ سکتا ہے جیسے عقل...... یا اسے استعمال کرنے کا سلیقہ...... اس کے علاوہ بے وقوف بننا بھی چاہ سکتا ہے اور کنگلا ہونا بھی۔ مجھے شبہ ہے تو تیسری شے چاہتا ہے، باقی تین کی تجھ میں اہلیت ہی نہیں ہے۔"
راجا بھنا گیا تھا۔ "جلیل تو ہمیشہ مجھ سے جلتا رہے گا اور اب تو میں دولت مند ہونے جا رہا ہوں۔"
"راجا...... اگر تو اکیلا دولت مند ہو سکتا تو مجھے اس کی ہوا بھی نہ لگنے دیتا۔ اب بتا دے مسئلہ کیا ہے؟"
راجا نے کھسیا کر میری طرف دیکھا۔ "جلیل، تو مجھے مجھ سے بھی زیادہ سمجھنے لگا ہے۔ مسئلہ ہے اور وہی آفاقی مسئلہ ہے......"
"اتفاق سے اپنے ساتھ بھی وہی آفاقی مسئلہ ہے۔" میں نے اس کی بات کاٹی۔ "آج کل مندی ہے۔"
"جلیل...... کیا تو اپنے یار کے لیے معمولی سی رقم بھی مہیا نہیں کر سکتا۔" راجا نے گھگیا کر کہا۔ "جو مجھے اور تجھے کروڑ پتی...... ارب پتی...... کھرب پتی......"
"زیادہ خواب نہ دیکھ...... میں اب تک شنو کا پتی تو بن نہیں سکا۔ اس سے آگے مت جا۔"
"یارُرس گلے شاہ نے کہا ہے صرف ڈھائی لاکھ کا خرچ ہے۔ اس کے بعد ایک کروڑ روپے کا سونا تیار ہوگا۔ کھرا چوبیس کیرٹ کا۔"
میں نے ایک بار پھر راجا کی عقل پر ماتم کرنے کا ارادہ ملتوی کیا۔ "راجا! مجھے معاف کر دے...... میں تجھے اب تک گدھا سمجھتا رہا ہوں۔"
راجا خوش ہو گیا۔ "معاف کیا۔"
"تو گدھوں سے بھی کوئی اونچی شے ہے۔ اب وہ تجھے بے وقوف بنا رہا ہے۔"
راجا خفا نظر آنے لگا۔ "اب میں ایسا بھی نہیں ہوں...... ساری انکوائری کروانے کے بعد آیا ہوں۔ اس نے جو سونا دکھایا تھا وہ خالص ہے۔"
"خالص ہے تو اسے بیچ کیوں نہیں دیتا؟" میں نے کہا۔ "ایک کلو سونے کے آرام سے سولہ سترہ لاکھ مل جائیں گے۔ تجھ سے ڈھائی لاکھ روپے کیوں مانگ رہا ہے؟"
"مجھ سے تو صرف پچیس ہزار مانگ رہا ہے۔ باقی اس کے پاس ہیں۔ سونا وہ ابھی فروخت نہیں کر سکتا۔ اصل میں سونے میں کچھ مسئلہ ہے۔"
"بیٹے! اس معاملے میں مسئلہ ہی مسئلہ ہے۔" میں نے دل میں کہا اور منہ سے بولا۔ "کیا مسئلہ ہے؟"
"کسوٹی پر گھسنے سے صحیح رنگ نہیں آ رہا۔" راجا بولا۔
آج کل کے دور میں سائنس اور ٹیکنالوجی سے زیادہ جعلسازی کے فن نے ترقی کی ہے۔ رنگ بھی آ جاتا ہے اگر سامنے راجا جیسے احمق ہوں۔ میں نے بلاوجہ بحث کرنے کے بجائے مختصر اور دو ٹوک جواب دیا۔ "میرے پاس پچیس ہزار نہیں ہیں۔"
"ممکن ہے نا ہوں...... لیکن تو پچیس ہزار کر سکتا ہے۔"
"ناممکن۔" میں نے سرد آہ بھری۔ "جن پتوں پر تکیہ تھا آج کل وہی ہوا دے رہے ہیں۔"
"جلیل، یہ ہمارے مستقبل کا سوال ہے۔"
"مجھے تو معاف رکھ۔" میں نے صاف جواب دیا اور بل کی رقم میز پر رکھ دی۔ "اچھا دوست پھر ملیں گے اگر خدا نے ملایا تو۔"
"جلیل!" راجا نے دردناک سی آواز نکالی۔
باہر نکل کر میں نے راجا کے لیے دعا کی کہ بے شک وہ سچ مچ یتیم ہو جائے پر عقل سے یتیم نہ ہو۔ میں نے راجا کو فتو کی طرف جاتے دیکھا تھا۔

☆☆☆

ایک ہفتہ سکون سے گزار کر...... یعنی راجا کی صورت نظر نہیں آئی تھی اور اماں نے بھی ہاتھ ہلکا رکھا تھا۔ البتہ شنو کو صبح کے وقت بیوٹی پارلر چھوڑ کر اور لے کر آنا پڑتا تھا۔ خالہ لاؤڈ اسپیکر نے اسے اکیلے جانے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا تھا۔ مجبوراً مجھے یہ ڈیوٹی انجام دینا پڑ رہی تھی۔ مجبوراً یوں کہ شنو سارے راستے مجھ پر اس طرح نظر رکھتی تھی جیسے میں اس کی نظر بچاتے ہی نامحرم عورتوں کو دیکھنے لگوں گا حالانکہ میں نے اسے سمجھایا بھی تھا کہ وہ بھی نامحرم ہے۔
"میں منگیتر ہوں۔" اس نے ضدی لہجے میں کہا۔
کیونکہ شنو کو سمجھانے کے مقابلے میں بھینس کے آگے بین بجانا زیادہ آسان تھا۔ اس لیے میں نے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا۔ شنو کو حسبِ معمول بیوٹی پارلر ڈراپ کر کے میں نے جمن خانے کا رخ کیا۔ آج جمی سے باقی کے پانچ ہزار وصول کرنے تھے۔ احتیاطاً میں سامنے کے بجائے جمن خانے کے عقبی گیٹ سے اندر آیا۔ اس طرف کسی زمانے میں گیٹ تھا جو بوسیدہ ہو کر گر گیا تھا اور جمی نے اسے پھر سے لگوانے کے بجائے کباڑی کو بیچ کر اس کے دام کھرے کر لیے تھے۔ عقب سے جانے کا ایک فائدہ تو یہ ہوا کہ میں نے بھی اسی مہکتے دھوئیں سے غسل کیا جس سے ایک ہفتہ پہلے جمی مستفید ہوا تھا۔ حسینہ نمبر 7 اوپر سے جھانک کر ہنسی۔ منہ کے ساتھ اس کا جالے سے باہر ہو جانے والا حسن بھی جھلک رہا تھا۔
"لگتا ہے تم نے لانڈری کھول لی ہے۔" میں نے دانت پیسے۔
"کبھی کپڑے دھلوانے ہوں تو آ جانا۔" اس نے آنکھ ماری اور بالکنی سے غائب ہو گئی۔
میں نے سوکھنے کے لیے لٹکائے جانے والے کپڑوں سے تولیا لے کر خود کو صاف کیا اور جمن خانے کے اگلے صحن میں جھانکا۔ وہاں راجا اور جمی کو پراسرار سے انداز میں محوِ گفتگو پایا۔ آپس میں کتے بلی کا سا بیر رکھنے والے جمی اور راجا ان سوکنوں کی طرح شیر و شکر نظر آ رہے تھے جنہوں نے آنے والی تیسری کے خلاف اتحاد کر لیا ہو۔ راجا جمی سے کچھ کہہ رہا تھا اور جمی اپنا گھڑے جیسا سر ہلا رہا تھا۔ اتنی سعادت مندی سے جمی نے کبھی اپنے والد مرحوم کے سامنے سر نہیں ہلایا ہوگا۔ اور اس کی وجہ جاننا بھی مشکل نہیں تھا۔ راجا جمی کو یقیناً سبز باغ دکھا رہا تھا۔ جمی ایسا گدھا تھا جسے بے وقوف بنانا ذرا بھی دشوار نہیں تھا۔ لالچ میں آ کر وہ بے خطر آتشِ جہنم میں کود سکتا تھا۔
راجا نے قہقہہ مارا اور پھر جمی کے شانے پر ہاتھ مارا۔ جمی نے بھی جوابی قہقہے کے ساتھ جب راجا کے شانے پر ہاتھ مارا تو وہ بلاوجہ سامنے سے آتی مس حسینہ نمبر ون کے قدموں میں جا گرا۔ اس نے ناز و ادا سے کہا۔
"اب قدموں میں نہ گرو۔"
راجا نے اٹھتے ہوئے متانت سے کہا۔ "معاف کرنا، میں سمجھا تھا تمہارے اوپر والے فلیٹ کی مس ککو ہے۔ تمہارے لیے قدموں میں گرنے کی ضرورت نہیں ہے۔"
اس پر مس حسینہ نمبر ون تنتناتی ہوئی چلی گئی تھی اور راجا نے جمی سے محفوظ فاصلے پر رہتے ہوئے کہا۔ "آج شام چلنا ہے۔ بابا نے چار بجے کا ٹائم دیا ہے۔"

غور سے پڑھیں

کہیں آپ؟

تبخیرِ معدہ، گیس ٹربل کے شکار تو نہیں
دماغی کمزوری، نظامِ ہضم کی خرابی، جسمانی تھکاوٹ، دل کی گھبراہٹ، بھوک کی پرابلم سر کو چکر، بدہضمی کی شکایت، دائمی قبض، وزن کا بڑھ جانا، اعصابی کمزوری ان مندرجہ بالا تمام مسائل کے حل کے لئے ہم نے دیسی، طبی یونانی، قدرتی جڑی بوٹیوں سے ایک ایسا خاص قسم کا تبخیری کورس تیار کیا ہے جو آپ کو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اچھی اور مکمل صحت دے سکتا ہے۔ آج ہی گھر بیٹھے فون کریں اور بذریعہ ڈاک وی پی VP تبخیری کورس منگوالیں۔

دارالخدمت
ضلع و شہر حافظ آباد پاکستان
0300-7526150
0547-521787
دوپہر 2 بجے سے رات 10 بجے تک

''یہ بابا ہے یا کوئی اسپیشل ڈاکٹر جو دوسروں کو وقت دیتا ہے۔'' جمی نے اعتراض کیا۔

''بابا جو دے سکتا ہے وہ ڈاکٹر کے بس کی بات نہیں ہے۔'' راجا نے جھوم کر کہا۔

''مثلاً دھوکا۔'' میں سامنے آیا۔ ''لیکن بہت سارے ڈاکٹر بھی آج کل یہ کام خوش اسلوبی سے کر رہے ہیں...... بابا رس گلے شاہ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے۔''

راجا جوشِ عقیدت سے تھر تھر کانپنے لگا۔ ''جلیل...... اب تُو نے بابا کے خلاف ایک لفظ......''

''ایک لفظ سے اس کا کچھ نہیں بگڑے گا۔ کم سے کم مسدس حالی جتنی طویل نظم ہو تو ممکن ہے اسے شرم آجائے۔ حالانکہ تیرے جیسے عقیدت مندوں کو دیکھتے ہوئے یہ ناممکن ہی لگتا ہے کہ اس کے پاس کوئی شرم نام کی شے ہو۔''

''جلیل...... تو بھسم ہو جائے گا۔''

''ارے جاؤ...... تیرے بابا جیسے دس جلیل کی...... جیب میں پڑے رہتے ہیں۔'' میں نے بے پروائی سے کہا۔

''خیر اس وقت میں اپنے بقیہ لینے آیا ہوں۔''

جمی کا منہ اتر گیا تھا۔ اس نے گلا صاف کیا۔ ''بات یہ ہے جلیل...... کہ......''

''میرا خیال ہے مجھے تیرے کرایہ داروں کے پاس جانا چاہیے تھا۔ غلطی کی تیرے پاس آکر۔''

''ہاں...... ہاں جاؤ۔'' اچانک جمی غرایا۔ ''وہ تمہیں منہ لگائیں تو ان سے لے لینا۔''

یعنی جمی اس دوران میں کوئی گڑبڑ کر چکا تھا۔ میں نے غور کیا اور اس سے کہا۔ ''جمی تُو صرف پانچ ہزار کی خاطر ایسا کر رہا ہے۔ یاد رکھ تجھے مجھ سے کام پڑتا ہی رہتا ہے۔''

جمی عیاری سے مسکرایا۔ ''ٹھیک ہے جب آئندہ کوئی کام ہوا تو تیری رقم ادا کر دوں گا۔''

راجا نے شانِ بے نیازی سے کہا۔ ''راجا کے ہوتے جمی کو کسی سے کام نہیں پڑ سکتا۔''

''راجا کمینے۔'' میں نے اسے خونی نظروں سے دیکھا۔ ''ابھی چند دن پہلے میرے پیچھے دُم کون ہلا رہا تھا۔ تیری تو...... ذلیل...... دھوکے باز...... مارِ آستین......'' میں نے دل کا غبار نکالنا شروع کیا اور راجا اس دوران میں یوں مسکراتا رہا جیسے میں اس کی شان میں قصیدہ پڑھ رہا ہوں۔

''یار...... تُو شام کو تیار رہنا۔'' میرے خاموش ہونے پر راجا نے جمی سے کہا اور سیٹی بجاتا وہاں سے رخصت ہو گیا۔

''جمی، یہ تجھے کیا چکر دے رہا ہے؟''

''چکر دے رہا ہے تو مجھے دے رہا ہے...... تمہیں کیا؟''

''جمی، راجا خود عقل کا اندھا ہے اگر تُو نے اس کے مشورے پر کوئی قدم اٹھایا تو نقصان میں رہے گا۔''

''چکر تو تُو نے بھی مجھے کم نہیں دیے۔'' جمی نے طنز کیا۔

میں نے افسوس سے اسے دیکھا۔ ''جمی، ہم یار ہیں...... آپس میں ایک دوسرے کو چکر دے جاتے ہیں۔ اب تو نے میرے پانچ ہزار دبا لیے ہیں۔ ایسے ہی کبھی میں نے تجھے چونا لگایا پر یہ رس گلے شاہ پکا فراڈ ہے۔ اس کے چکر میں آیا تو لمبی ڈز لگے گی؟''

''لگنے دے...... تجھے کیا؟'' جمی نے پھر اسی انداز میں کہا۔ لگتا تھا سونے کا لالچ سر چڑھ کر بول رہا تھا۔ میں جمی اور راجا دونوں کی ناقص عقلوں پر ماتم کرتا رخصت ہو گیا۔

☆☆☆

بابا رس گلے شاہ نے مقامی قبرستان میں تکیہ بنایا تھا۔ بزنس کا آغاز اس نے جوئے سے کیا تھا۔ ہفتے میں چھ دن جوا ہوتا تھا اور ساتویں دن جواری مع رس گلے شاہ کے حوالات میں تشریف فرما ہوتے تھے۔ جو بازی سے بچ جاتا تھا وہ پولیس والے لے جاتے تھے۔ ساری رات خاطر تواضع کے بعد صبح سویرے پولیس ان کو عزت و احترام سے رخصت کرتی تھی اور پیر کی رات سے ڈیرا پھر آباد ہو جاتا تھا...... مگر جب رفتہ رفتہ مشہور ہوا کہ رس گلے شاہ پولیس کا کمیشن ایجنٹ ہے تو معزز حضرات نے ڈیرے کا رخ کرنا بند کر دیا اور صرف دس بیس کی بازیاں لگانے والے رہ گئے۔ لہٰذا رس گلے شاہ نے دھندا بدلا اور تعویذ گنڈے کا کام کرنے لگا۔ ساتھ ہی سٹے کے نمبر بھی بتاتا تھا۔ یہ دھندا اس لحاظ سے نفع بخش ثابت ہوا کہ اتوار کی رات حوالات میں نہیں گزارنا پڑتی تھی۔ پولیس کو حصہ کھلانے کے بعد بھی رس گلے شاہ فائدے میں رہتا تھا۔

پکے گلاب جامن کے رنگ والا رس گلے شاہ تقریباً پچاس برس کا ہٹا کٹا اور مکار صورت شخص تھا۔ اس نے خاص حلیہ بنا رکھا تھا جو اس کے جاہل عقیدت مندوں کو سخت متاثر کرتا تھا۔ راجا جیسا شخص اس کے چکر میں آگیا تھا۔ جس وقت جمی اور راجا اس کے ڈیرے میں داخل ہوئے، میں وہیں چادر اوڑھے ایک کونے میں موجود تھا۔ رس گلے شاہ چھپر تلے بیٹھا یوں جھوم رہا تھا جیسے چرس کا دم لگایا ہو۔ وہاں پھیلی بُو سے بھی کچھ ایسا ہی لگ رہا تھا مگر راجا اور جمی کے آتے ہی اس نے اشارے سے اپنے آدمیوں کو دفع ہو

جانے کو کہا۔

''بابا...... یہ جمن خان ہے میرا دوست...... یہی سونے والے......''

''احمق......!'' رس گلے شاہ نے دھیمے اور جلالی لہجے میں راجا سے خطاب کیا۔ آگے کے خطاب میں چند القابات بھی شامل تھے جن میں رس گلے شاہ نے راجا کی ولدیت غلط طور پر چند ناپاک اور احمق جانوروں سے منسوب کی تھی۔ آخر میں اس نے ارشاد فرمایا۔ ''ایسی باتیں سرِ عام نہیں کرتے...... فرسیاہ کی اولاد۔''

اور رس گلے شاہ ان کو اپنی جھونپڑی میں لے گیا۔ جب میں جمن خانے سے روانہ ہوا تو سخت اشتعال میں تھا مگر رفتہ رفتہ میرا غصہ حکومتی دعوے کے مطابق بجٹ خسارے سے بھی کم ہو گیا تھا۔ اور میں نے فیصلہ کیا کہ میں معاملے کا جائزہ لوں گا اور موقع آیا تو کوئی مناسب قدم بھی اٹھاؤں گا۔

میں چار بجے سے پہلے ہی بابا رس گلے کے ڈیرے پر آگیا تھا۔ وہاں مجھ جیسے اور بھی بہت سارے بے فکرے موجود تھے۔ اس لیے کسی نے خاص طور سے مجھ پر توجہ نہیں دی۔ ایک طرف دو ملنگ بھنگ گھونٹ رہے تھے اور رس گلے شاہ ایک نوجوان لڑکی پر آنے والے جن کو اتارنے کے لیے جلالی وظیفہ تجویز کر رہا تھا۔ یہ وظیفہ نصف رات کے بعد کیا جاتا مگر لڑکی کے گھر والے ہوشیار تھے۔ وہ بہانہ کر کے وہاں سے کھسک گئے۔ غالباً انہیں اندازہ ہو گیا تھا کہ رس گلے شاہ کی نیت لڑکی پر خراب ہو گئی تھی۔ میں نے اندازہ لگایا کہ ڈیرے پر موجود بیشتر افراد رس گلے شاہ سے بے نیاز تھے۔ اس نے صرف رونق بڑھانے اور اپنے عقیدت مند ظاہر کرنے کے لیے ان لوگوں کو ڈیرے میں رکھ چھوڑا تھا۔ ورنہ جب اس پر حملہ ہوا تھا تو راجا نے جان پر کھیل کر اسے بچایا تھا۔ کوئی اور اس کی مدد کو نہیں آیا تھا۔

راجا، جمی اور رس گلے شاہ جھونپڑے میں میٹنگ کر رہے تھے۔ میں جھونپڑے میں نہیں جا سکتا تھا اور مجھے جانے کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ مجھے معلوم تھا کہ رس گلے شاہ ان کو ٹھگ رہا تھا۔ مجھے دلچسپی اس سے تھی کہ وہ کرتا کیا ہے اور کب کرتا ہے۔ آدھے گھنٹے بعد جمی اور راجا اندر سے یوں برآمد ہوئے جیسے جاگتے میں خواب دیکھ رہے ہوں۔ غالباً وہ پیشگی خاصا سونا بنا چکے تھے اور دل ہی دل میں خود کو کروڑ پتی بھی مان چکے تھے۔ رس گلے شاہ عیار بھیڑیے کی طرح ان دونوں کو دیکھ رہا تھا۔

''بابا...... پرسوں رات کا طے ہے۔'' راجا نے ایک بار

مشتہرین توجہ فرمائیں

جاسوسی ڈائجسٹ، سسپنس ڈائجسٹ، ماہنامہ پاکیزہ اور ماہنامہ سرگزشت

پاکستان کے کثیر الاشاعت اردو ماہنامے

آپ کی مصنوعات و خدمات کی مؤثر تشہیر، لاکھوں قارئین تک رسائی اور بہترین نتائج کے لیے ہمارے صفحات حاضر ہیں۔

معلومات و رابطہ: شہزاد خان (منیجر اشتہارات) 021-5895313 , 021-5804200, 0333-2256789

جاسوسی ڈائجسٹ پبلی کیشنز

C-63 فیز II ایکسٹینشن ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی مین کورنگی روڈ، کراچی فیکس: 021-5802551

پھر بلند آواز سے کہا۔

اس بار رس گلے شاہ نے راجا کے بارے میں جو فرمایا وہ تمام کا تمام ناقابلِ اشاعت ہے۔ راجا گدھوں کی طرح دانت نکال کر مسکراتا رہا۔ یہی نہیں بلکہ اس نے پہلے رس گلے شاہ کے غلیظ ہاتھ بھی چومے تھے۔ البتہ جمی اب کسی قدر فکر مند نظر آنے لگا تھا۔ شاید مال کے لحاظ سے اس کی لمبی کھچائی کی جانے والی تھی۔ اس نے منمنا کر کچھ کہا جو میں سن نہیں سکا۔ البتہ رس گلے شاہ کے ارشاداتِ عالیہ سے اس بار جمی مستفید ہوا تھا۔ شاید اس نے عادت سے مجبور ہو کر رقم میں کمی کی درخواست کی تھی کیونکہ بابا نے اسے ایک ایسے جانور سے منسوب کیا تھا جس کی قربانی افضل ہوتی ہے۔

اس رات اور اس سے اگلے دن بھی میں نے رس گلے شاہ کی نگرانی جاری رکھی۔ دو بار راجا سے میرا سامنا ہوا اور دونوں بار وہ یوں کنی کترا کر نکل گیا جیسے مجھ سے ادھار لے رکھا ہو۔ اور میں نے اسے دل ہی دل میں بے نقط سنائی تھیں۔ مجھے یقین تھا کہ ایک دن بعد ہی وہ میرے سامنے رو رہا ہوگا۔ میں نے سارا دن آرام کیا حتیٰ کہ شنو کو بیوٹی پارلر لانے لے جانے اور اماں کے لیے سبزیاں لانے سے بھی انکار کر دیا۔ جب شنو نے اماں سے سفارش کروائی تو میں نے بے باکی سے کلمۂ حق کہا۔

”کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اسے بولیں آرام سے گھر بیٹھے اور ہمارے گھر آنے کی تیاری کرے۔“

”تیاری کی ضرورت اسے نہیں تجھے ہے۔“ اماں نے اس کی حمایت کی۔ ”کوئی ڈھنگ کا کام کرے گا...... چار پیسے کما کر لائے گا تو میرا منہ ہوگا شنو کو مانگنے کا۔“

”منہ تو یہ بھی اچھا ہی ہے اماں۔“ میں نے کہا اور جوتی کے میزائل سے بچ کر ایک طرف ہو گیا۔ جوتی خلیل کو لگی جو ایک کبوتر کے پَر کتر رہا تھا۔ اس نے زیادہ ہی پَر نکال لیے تھے۔ خلیل کے اشاروں سے زیادہ پاس پڑوس کی کبوتریوں کے اشارے پر چلنے لگا تھا۔ خلیل نے فریاد کی۔ ”اماں! میرا قصور؟“

”اس کم بخت کو جوتی مار رہی تھی۔“ اماں نے کھسیا کر کہا۔

”چل کوئی بات نہیں...... تجھے جنت ملی ہے۔“ میں نے خلیل کو تسلی دی۔

”جنت ماں کے قدموں تلے ہوتی ہے...... جوتی تلے نہیں۔“ خلیل نے جل کر کہا تھا۔

کچھ دیر بعد اماں نے مجھے ایک فہرست تھمائی جس میں لکھی تمام سبزیاں لرزہ تھیں...... کریلے سے لے کر شلجم تک۔ میں نے پھر انکار کر دیا۔ ”اس سے تو بہتر ہے آپ مجھے زہر کھلا دیں۔“

”زہر ہی کھلاؤں گی۔“ اماں نے دانت پیسے۔ ”اگر تیرے یہی پچھن رہے۔“

”اب مجھے پتا چلا ابا کیوں اتنی جلدی دنیا سے گزر گئے۔“ میں نے کہا اور جوتی سے بچنے کے لیے بھاگا۔ اس بار شامت خلیل کے پَر کٹے کبوتر کی آئی۔ پَر کترے جانے سے وہ اتنا ہی دکھی تھا جتنا کوئی جدید فیشن کا مارا نوجوان اپنے دراز بالوں سے محرومی پر ہو سکتا ہے۔ جوتی لگتے ہی وہ سرد آہ بھر کر زمین پر دراز ہو گیا اور غالباً اوپر چکراتی کبوتریوں پر ظاہر کرنے لگا کہ وہ ان کے فراق میں جان دے رہا ہے۔

چاند بانو جیسے دروازے پر میرا انتظار کر رہی تھی۔ اس نے آواز دی۔ ”جلیل......!“

اور میں بے ساختہ گیا۔ ”کیا بات ہے چاند بانو۔“

”سر میں سخت درد ہے۔“ اس نے ایک ادا سے آنچل ڈھلکاتے ہوئے کہا۔ ”گھر میں دودھ ختم ہو گیا ہے، ذرا دودھ لا دو۔“

”کیوں نہیں۔“ میں نے کن انکھیوں سے خالہ لاؤڈ اسپیکر کے گھر کا جائزہ لیا اور شنو کو کہیں نہ پا کر سکون کا سانس لیا۔ ”کتنا چاہیے؟“

”زیادہ نہیں، بس ایک کلو لا دو۔“

یہ خیال تو مجھے بعد میں آیا کہ اس نے مجھے پیسے تو دیے نہیں تھے۔ بہرحال میں اقرار تو کر چکا تھا اس لیے دودھ لے آیا۔ حسبِ توقع چاند بانو نے ایک روشن مسکراہٹ کے ساتھ شکریہ ادا کر کے دودھ لے لیا اور اندر چلی گئی اور میں سرد آہ بھر کر بازار کی طرف روانہ ہو گیا۔ ابھی مجھے رات کے لیے کچھ انتظامات کرنا تھے۔

☆☆☆

اس رات قبرستان کے آخری حصے میں بالکل سناٹا تھا۔ رات بارہ بجے کے قریب جمی، راجا اور رس گلے شاہ قبرستان میں داخل ہوئے۔ جمی اپنی جسامت سے تاریکی میں ہی صاف پہچانا جا رہا تھا باقی دو، راجا اور رس گلے شاہ ہو سکتے تھے۔ رس گلے شاہ نے لالٹین روشن کی اور اسے ایک طرف درخت سے لٹکا دیا۔ اس کے بعد اس نے راجا پر لدی بوری سے ایک دیگچی برآمد کی۔ لکڑیاں جمع کر کے آگ جلائی اور دیگچی اس پر رکھ دی۔ اس کے بعد دیگچی کو پانی سے بھر دیا۔

جمی سہما ہوا تھا۔ ”بابا...... یہاں خطرے والی بات تو نہیں ہے؟“

”ہمارے ہوتے ہوئے تو نہیں ہے۔“ رس گلے شاہ نے بے نیازی سے کہا۔ ”سونے کی اینٹ لائے ہو؟“

”جی بابا...... خالص ایک کلو کی ہے۔“ جمی بولا۔

”یاد رکھنا اس میں ایک فیصد بھی کھوٹ ہوا تو عمل الٹ جائے گا، تو اس اینٹ سے بھی جائے گا۔“

”سونا ننانوے اعشاریہ نو فیصد خالص ہے۔“ جمی نے یقین سے کہا۔ ”تم اطمینان رکھو۔“

رس گلے شاہ نے بوری سے ایک مرتبان برآمد کیا۔ ”یہ کشتہ تم سونے والا ہے۔“ اس نے ایک چمچہ سے شیرہ نما شے دیگچی میں ڈالی اور دوسرا مرتبان نکالا۔ ”اور یہ کشتہ چاندی والا ہے۔“

”سونے میں چاندی کا کیا کام؟“ جمی نے اعتراض کیا۔

”یہ بات تمہیں پتا ہوتی تو اب تک سونا نہ بنا چکے ہوتے۔“ رس گلے شاہ نے حقارت سے کہا اور چار پانچ اسی قسم کی اشیا دیگچی میں ڈالیں پھر اس نے اپنے پاس سے سونے کی دو عدد اینٹیں برآمد کیں جو بظاہر دیکھنے میں اصل لگ رہی تھیں۔ اس نے دونوں اینٹیں دیگچی میں ڈالیں۔

”اب یہ اصل سونے کے ساتھ چار گھنٹے پکیں گی۔“ رس گلے شاہ نے جمی کی طرف دیکھا۔ ”سونے کی اینٹ نکالو۔“

جمی نے بادل ناخواستہ جیب سے سونے کی اینٹ نکالی۔ اسے کچھ دیر حسرت سے دیکھتا رہا اور پھر اسے یوں رس گلے شاہ کے حوالے کیا جیسے ماں باپ نازوں سے پالی بیٹی کو دولہا کے حوالے کرتے ہیں۔ رس گلے شاہ نے اسے بھی دیگچی میں ڈال دیا۔ آخر میں اس نے الو کا مغز دیگچی کے حوالے کیا اور اس پر ڈھکن لگا دیا۔

”اب میں جلالی وظیفہ پڑھوں گا۔“ اس نے راجا اور جمی سے کہا۔ ”خبردار! اس دوران اس دائرے سے باہر مت جانا اور کتے کی دُم کے بارے میں ہرگز مت سوچنا ورنہ سارا عمل غارت ہو جائے گا۔“

”کتے کی دُم!“ جمی بھونچکا رہ گیا تھا۔

”عمل تم کرو گے تو کتے کی دُم کے بارے میں ہم کیوں نہ سوچیں؟“ راجا نے اعتراض کیا۔

”اس سے عمل خراب ہوگا۔“ رس گلے شاہ نے عیاری سے جواب دیا۔

میں دل میں ہنسا۔ وہ انسانی نفسیات کے مطابق بات کر رہا تھا۔ انسان کو جس کام سے منع کیا جائے، وہ اس کے بارے میں ضرور سوچتا ہے۔ رس گلے شاہ پہلے سے ہی ناکامی کے جواز بنا رہا تھا۔

”کتے کی دُم کے بارے میں نہ سوچنے کے علاوہ ہمیں اور کیا کرنا ہے؟“ جمی نے دریافت کیا۔

”ہاں...... تم دونوں کو وظیفے میں میرا ساتھ دینا ہے۔“ رس گلے شاہ نے سر ہلایا۔ ”تم دونوں کو یہ وظیفہ کرتے ہوئے دائیں بائیں ان درختوں تک جانا اور پھر واپس آنا ہے۔ یاد رہے کہ وظیفہ میں خلل نہ آئے۔“

”مجھے کیا کرنا ہے؟“ راجا نے بے تابی سے پوچھا۔

”یا لکڑ بگڑ کا ورد کرنا ہے۔“ رس گلے شاہ نے بتایا اور جمی سے بولا۔ ”تمہیں یا شتر مرغ کا ورد کرنا ہوگا۔“

رس گلے شاہ نہایت تھرڈ کلاس انداز میں ڈراما کر رہا تھا۔ مجھے حیرت اس پر نہیں تھی بلکہ راجا اور جمی پر تھی۔ وہ شکارپور سے نہیں آئے تھے۔ کراچی میں پیدا ہوئے اور پلے بڑھے تھے۔ بچپن سے اس قسم کے ڈرامے دیکھتے آ رہے تھے، اس کے باوجود اس ڈبا پیر کے ہاتھوں بے وقوف بن رہے تھے۔ حتیٰ کہ انہوں نے ورد کرتے ہوئے درختوں تک مارچ کرنا بھی شروع کر دیا۔

راجا یا لکڑ بگڑ دہراتا ہوا ایک بار درخت سے جا ٹکرایا اور ایک بار جمی بے دھیانی میں ایک کھلی قبر میں گر گیا تھا۔ اسے رس گلے شاہ اور راجا نے بہ مشکل نکالا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ اگر سونے کا معاملہ نہ ہوتا تو وہ جمی کی وزنی لاش نکالنے کے بجائے اس پر مٹی ڈالنے کو ترجیح دیتے۔ رس گلے شاہ وظیفہ بھول کر جمی کو بے نقط سنا رہا تھا جس کا خوف سے برا حال تھا اور وہ یوں اپنا لباس جھاڑ رہا تھا جیسے قبر سے مردہ بھی اس کے ساتھ نکل آیا ہو۔

صورتِ حال معمول پر آئی تو ایک بار پھر وظیفہ شروع ہوا۔ راجا اور جمی کا پریڈ کر کر کے برا حال تھا اور وہ مستقل وظیفے میں غلطیاں کر رہے تھے۔ مثلاً راجا ایک بار رس گلے شاہ کے پاس سے گزرا تو یا لکڑ بگڑ کے بجائے یا اگر مگر کا ورد کر رہا تھا۔ رس گلے شاہ نے ایک بار پھر اس کی خاندانی تاریخ میں مداخلت کرتے ہوئے اسے صحیح ورد کرنے کا حکم دیا۔ خود وہ آرام سے بیٹھا تھا۔ جمی کی حالت زیادہ خراب تھی۔ ایک بار وہ وظیفے کا ورد کرتے ہوئے قبرستان سے ہی نکل گیا تھا۔

اس دوران میں موقع پا کر رس گلے شاہ نے دیگچی سے جمی کی دی ہوئی سونے کی اینٹ نکالی اور اس کی جگہ ویسی ہی اینٹ رکھ دی تھی۔ راجا اور جمی کو خبر بھی نہیں ہوئی تھی۔ رس گلے شاہ نے اپنا کام کر دیا تھا۔ لہٰذا میں نے حرکت میں آنے کا فیصلہ کیا۔ لالٹین اچانک ہوا میں اڑ کر ایک قبر پر جا گری اور ٹوٹ کر بجھ گئی۔ اس کے ساتھ ہی فضا میں ایک ہیبت ناک قہقہہ گونجا۔ آواز سے لگ رہا تھا جیسے کوئی بھیڑیا انسان کی طرح ہنسنے کی کوشش کر رہا ہو۔ راجا اور جمی گھگیائی آوازیں نکالتے بیک وقت رس گلے شاہ کی طرف دوڑے۔

''یہ کیا ہے شاہ جی؟'' جمی بولا۔

''لگتا ہے وظیفہ گڑبڑ ہو گیا ہے۔'' رس گلے شاہ نے سہمے ہوئے انداز میں کہا۔ ''تم میں سے کسی نے کتے کی دم کے بارے میں سوچا ہے؟''

دونوں قسمیں کھانے لگے کہ انہوں نے کتے تو کیا کسی شے کی دم کے بارے میں بھی نہیں سوچا تھا۔ رس گلے شاہ نے پھرتی سے اپنا تھیلا سمیٹا۔ ''میں تو جا رہا ہوں...... بدارواح حملہ کرنے والی ہیں۔''

''میری اینٹ۔'' جمی نے فریاد کی۔

''دیگچی میں ہے...... میں تو اسے ہاتھ بھی نہیں لگاؤں گا۔ اسے جو چھیڑے گا، بدارواح کے غضب کا شکار ہو گا۔ میری اینٹیں بھی تم دونوں لے لو۔''

رس گلے شاہ اپنا تھیلا اٹھائے وہاں سے نو دو گیارہ ہو گیا تھا۔ صرف راجا اور جمی رہ گئے تھے۔ دونوں ایک دوسرے سے چپٹے کھڑے تھے اور غالباً دیگچی کو چھونے کی ہمت کر رہے تھے۔ میں نے اس کھلونے کو چھیڑا جو چھیڑنے پر ہیبت ناک انداز میں قہقہہ لگاتا تھا۔ آج کل کے بچے ایسے ہی کھلونوں سے کھیلتے ہیں اور بڑے ان سے ڈرتے ہیں۔ راجا اور جمی نے بیک وقت چیخ ماری اور وہاں سے بھاگ گئے تھے۔ ان کے جانے کے بعد میں نے اطمینان سے دیگچی سے سونے جیسی تینوں اینٹیں نکالیں اور وہاں سے روانہ ہو گیا۔ ہاں...... لیکن جانے سے پہلے ٹوٹی ہوئی لالٹین سے باریک ڈوری نکالنا نہیں بھولا تھا جسے کھینچنے پر لالٹین اڑ کر گری تھی۔

☆☆☆

اگلے روز میں جمن خانے پہنچا تو جمی صحن میں اس شخص کی طرح اداس بیٹھا تھا جو تازہ بیوہ ہوئی ہو۔ اس کا دل غالباً دھاڑیں مار کر رونے کو چاہ رہا تھا۔ مجھے دیکھتے ہی وہ ابل پڑا تھا۔ اس نے راجا کو سناتے ہوئے کہا۔ ''اس کتے کے بچے کے کہنے میں آ کر میں نے اتنا نقصان کر لیا۔''

''بکواس نہ کر...... تُو خود کون سا پارسا ہے...... ہمیشہ میری پشت میں چھرا گھونپتا ہے۔ میری رقم دینے سے انکار نہ کرتا تو آج یوں نہ رو رہا ہوتا۔''

''جلیل بھائی، میرا بہت نقصان ہوا ہے۔'' اس نے روہانسی آواز میں کہا۔ ''کچھ کرو۔''

''میرا بھی پانچ ہزار کا نقصان ہوا تھا۔'' میں نے خشک لہجے میں جواب دیا۔ ''پہلے اس کا کچھ کرو۔''

جمی نے بادل ناخواستہ مجھے پانچ ہزار دیے۔ ''میرا پندرہ لاکھ کا نقصان ہوا ہے۔''

''جلیل جیسے یاروں سے غداری کرے گا تو ایسا ہی ہو گا۔''

''خدا کے لیے...... اس رس گلے شاہ سے میرا ایک کلو سونا واپس دلوا دو۔''

ایک کلو سونا...... میں مسکرایا۔ جب رس گلے شاہ نے جا کر اس اینٹ کا معائنہ کیا ہو گا تو اپنی ہی اینٹ پا کر ممکن ہے اس نے اسے اپنے سر پر دے مارا ہو۔ جس وقت وہ اور راجا جمی کو قبر سے نکالنے کی کوشش کر رہے تھے تو میں نے سونے کی اصل اینٹ نکال کر رس گلے شاہ کے تھیلے میں رکھ دی تھی اور جو ویسی ہی اینٹ وہ بدلنے کی نیت سے لایا تھا اسے دیگچی میں ڈال دیا تھا۔ رس گلے شاہ نے اپنے دست نامبارک سے اصلی اینٹ کو نقلی سے بدلا تھا۔ یعنی اصلی اینٹ اب میرے قبضے میں تھی لیکن یہ بات میں نے جمی کو نہیں بتائی تھی۔

''تو کیا چاہتا ہے؟''

''کیا چاہتا ہوں۔'' جمی نے حیرت سے میری طرف دیکھا۔ ''اپنے سونے کی واپسی چاہتا ہوں۔''

''چاہنے کو تو میں بھی شنو سے شادی کرنا چاہتا ہوں لیکن سکہ رائج الوقت کی کمی آڑے آتی ہے۔'' میں نے سرد آہ بھری۔ ''جمی! مجھے تین لاکھ مل جائیں تو میں شادی کر سکتا ہوں۔''

''تین لاکھ...... وہ تو میرے پاس نہیں ہیں۔'' اس نے جلدی سے کہا۔

''او کے...... جب رس گلے شاہ سے ایک کلو سونا نکلوانا ہو تو پہلے تین لاکھ کا بندوبست کرنا اس کے بعد میرے پاس آنا۔ تب تک کے لیے اللہ حافظ۔''

میں جمی کو روتا ہوا چھوڑ کر روانہ ہوا تھا۔ رس گلے شاہ کے ساتھ کیا ہوا، جمی کو اس کا سونا واپس ملا یا نہیں...... پیارے قارئین کو پھر بتاؤں گا۔